آئینِ اسلام: تین اطاعتیں

مجموع الفتاویٰ، المجلد 35:

بَابٌ الْخِلَافَةُ وَالْمُلْكُ وَقِتَالُ أَهْلِ الْبَغْيِ

قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ أَحْمَد ابْنُ تَيْمِيَّة - قَدَّسَ اللَّهُ رُوحَهُ -:
الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاَللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا؛ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا.
أَمَّا بَعْدُ: فَهَذِهِ " قَاعِدَةٌ مُخْتَصَرَةٌ فِي وُجُوبِ طَاعَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ " فِي كُلِّ حَالٍ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ وَأَنَّ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ وَرَسُولُهُ مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ وَوُلَاةِ الْأُمُورِ وَمُنَاصَحَتِهِمْ: **قَاعِدَةٌ:**

یہاں ایک مختصر قاعدہ ذکر کیا جاتا ہے[1]: دین میں **دو اطاعتیں تو ایسی ہیں جو ہر حال میں ہر شخص پر فرض ہیں۔** البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے خدا کی فرماں برداری کے

[1] **تین اطاعتیں**، جیساکہ سورۃ النساء کی آیت (59) میں آگے آرہاہے:

1. أَطِيعُوا اللّهَ
2. وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
3. وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ

"تین اطاعتوں" پر مبنی دین آج ہمارے اکثر دینداروں کے لیے باعثِ تعجب ہے! "سیکولرزم" سوچوں پر حاوی ہو چکا۔ قرآن کی بیان کردہ یہ "تیسری اطاعت" کہاں غائب ہے، یہ پریشانی آپ کو بڑے بڑے دینداروں بلکہ مشائخ کے ہاں نظر نہ آئے گی، الاماشاءاللہ۔ "وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ" گویا خوش الحانی کے لیے ہے! قرآن کا یہ ایک ہی مقام کافی تھا کہ مسلم اجتماعیت سے متعلق ہمارا "احساسِ زیاں" بیدار ہو اور "متاعِ کارواں" کے لیے کسک پیدا ہو؛ جبکہ قرآن اِن مباحث سے لبریز ہے۔ آپ نے نوٹ فرمایا ہو گا، یہ **"تیسری اطاعت" جب سے ہماری زندگیوں سے روپوش ہوئی "پہلی دو اطاعتیں" بھی اس کے ساتھ ہی سکڑتی ہی چلی گئیں**، یہاں تک کہ نماز روزہ اور ذکر اذکار ایسی چند اشیاء میں سمٹ کر رہ گئیں؛ ماحول کی وہ غلاظت اور آلودگی اس پر مستزاد جو ہر سانس کے ساتھ ہمارے اندر اتر رہی ہے! کبھی غور فرمایئے گا، اِس "تیسری اطاعت" کے شامل ہونے سے خود "پہلی دو اطاعتیں" بھی کس قدر "متعلقہ"

ساتھ ساتھ اولی الامر کا فرماں بردار اور خیر خواہ رہنے کا جو حکم دے رکھا ہے وہ بھی فرض ہے[2] اور اس کے علاوہ بھی فرائض ہیں۔ فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (النساء:58)

اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ۔ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو۔ یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ تعالیٰ کررہا ہے۔ بے شک اللہ سنتا ہے، دیکھتا ہے۔[3]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء:59)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے[4] اولی الامر[5] کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو لوٹاؤ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف،[6] ...[7] اگر تم ہو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے۔[8] یہ بہت بہتر[9] اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔[10]

اور "زندگی پر محیط" ہو جاتی ہیں! وجہ یہ کہ **تیسری اطاعت فی ذاتہٖ کچھ نہیں؛ دراصل یہ "اللہ ورسولؐ کی اطاعت" کا ہی ایک وسیع تر میدان ہے اور "زندگی" سے معاملہ کرنے کی ہی ایک وسیع تر صورت۔** یہ تیسری اطاعت جیسے ہی روپوش ہوگی؛ پہلی دو اطاعتیں بھی مسلم زندگی سے مسلسل روپوش ہوتی چلی جائیں گی۔ اِس دین کو حصے بخرے کرنے کا کیا نتیجہ رہا؛ یہ حقیقت آج ہم بچشمِ سر دیکھ سکتے ہیں۔

2 ملاحظہ ہو ہماری تعلیق: **اسلام کا تعارف: (لَا إِسْـــــلَامَ إِلَّا بِجَمَـــــاعَةٍ)**

3 دیکھئے تعلیق 3: **"امانات"**۔

4 ملاحظہ ہو ہماری تعلیق: **اولی الامر کی اصطلاح صرف اسلامی امارت اور خلافت کے پیراڈائم میں** (مرزا قادیانی کی ایک سنتِ خبیثہ پر تنبیہ)

5 ملاحظہ ہو تعلیق: **"اولی الامر" سے مراد** (اہل قوت واہل علم)

6 ملاحظہ ہو تعلیق: **"تھیوکریسی اور ڈیموکریسی ہر دو شرک کی نفی"**۔

7 ملاحظہ ہو تعلیق: **"پاس کرنا" نہیں "لوٹانا اللہ اور رسول کی طرف"**۔

8 ملاحظہ ہو تعلیق: **"ایمانی" نہ کہ محض 'سیاسی' آئین**۔

9 ملاحظہ ہو تعلیق: **"جماعت" کا اسلامی تصور اور ہیومن اسٹ جاہلیت**۔

چنانچہ یہاں ایمان والوں کو اللہ، رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا، اُسی طرح جس طرح ان کو حکم دیا کہ امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کریں یا یہ حکم دیا کہ جب بھی لوگوں کے مابین فیصلہ کریں عدل کے ساتھ کریں۔ یا یہ حکم دیا کہ جب بھی وہ آپس میں نزاع کریں تو معاملے کو اللہ اور رسولؐ کی جانب لوٹا دیں۔

''اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانا''... کس طرح؟

علماء اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: معاملے کو اللہ کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ: اُس کی کتاب کی طرف لوٹایا جائے، اور رسول کی جانب آپؐ کی وفات کے بعد لوٹانا یہ کہ: آپؐ کی سنت کی طرف لوٹایا جائے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (البقرۃ:213)

> دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے، اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں، تا کہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے۔ اور صرف ان ہی لوگوں نے جو اسے دیے گئے تھے، اپنے پاس دلائل آچکنے کے بعد آپس کے بغض و عناد کی وجہ سے اس میں اختلاف کیا۔ اس لیے اللہ پاک نے ایمان والوں کی اس اختلاف میں بھی حق کی طرف اپنی مشیئت سے رہبری کی۔ اور اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔

چنانچہ ''اپنی اتاری ہوئی کتاب'' کو اللہ نے یہ حیثیت دے دی کہ انسانوں کے مابین جو بھی اختلافات اور نزاعات پائے جائیں ان کا فیصلہ یہ کتاب ہی کرے۔[11]

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ رَبَّ جبرائيل وميكائيل وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

---

10 ملاحظہ ہو تعلیق: **اہل سنت کا ''ایمان'' نہ کہ معتزلہ کا۔**

11 ملاحظہ ہو ہماری تعلیق: **''کتاب''... ''اختلاف'' کو ختم اور ''اجتماع'' کو قائم کروانے والی**

عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ: اهْدِنِي لِمَا اُخْتُلِفَ فِيهِ مِنْ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ؛ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (صحیح مسلم رقم 770)

صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی آتا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے قیام میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو گویا ہوتے:

اے اللہ! جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! اے وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشا! اے وہ ذات جو غیب اور شہادت کی خبر رکھتی ہے! تو ہی فیصلہ فرمانے والا ہے اپنے بندوں کے مابین اُن امور کا جن میں وہ اختلاف کر لیتے رہے۔ ہدایت دے مجھے اس حق کی جس کی بابت یہاں اختلاف ہو تا رہا۔ بے شک تو ہی ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی۔

"اللہ" اور "رسول" کے بعد ایک تیسری وفاداری:

فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدِّينُ النَّصِيحَةُ الدِّينُ النَّصِيحَةُ الدِّينُ النَّصِيحَةُ قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ (صحیح مسلم رقم 95)

صحیح مسلم میں تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا، کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: دین تو ہے مخلص رہنا۔ دین تو ہے مخلص رہنا۔ دین تو ہے مخلص رہنا۔[12] عرض کی گئی: مخلص کس کا، اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: مخلص اللہ کا، اس کی کتاب کا، اس کے رسول کا، مسلمانوں کے ائمہ کا اور عامۃ المسلمین کا۔[13]

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ أَيْضًا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا؛ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَأَنْ تناصحوا مَنْ وَلَّاهُ اللهُ أَمْرَكُمْ (صحیح مسلم رقم 1715)

---

12 ملاحظہ ہو تعلیق: **"آسمانی شریعت" نہ کہ 'سوشل کونٹریکٹ'**، جماعۃ المسلمین بہ موازنہ ماڈرن سٹیٹ۔ نیز اس کے تین ذیلی مبحث:

1. **نسلی اکائیوں اور علاقائی رہن سہن کا تحفظ**، جماعۃ المسلمین بہ موازنہ ماڈرن سٹیٹ
2. **'اسلامی' ہیومن اسٹوں کی منطق**، جماعۃ المسلمین بہ موازنہ ماڈرن سٹیٹ
3. **"جبر" ایک انسانی ضرورت اور صلاح وفساد کا میدان**، جماعۃ المسلمین بہ موازنہ ماڈرن سٹیٹ

13 ملاحظہ ہو ہماری تعلیق: **مسلمان کی "وفاداریاں"**۔

صحیح مسلم ہی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو تمہارے لیے تین باتیں پسند ہیں: یہ کہ تم اس کی عبادت کرو بغیر اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کیئے۔ اور یہ کہ سب مل کر اللہ کی رسی سے چمٹ جاؤ اور آپس میں تفرقہ نہ کرو۔ اور یہ کہ جن لوگوں کو اللہ نے تمہارا حکمران بنایا ہے ان کا وفادار و خیر خواہ رہو۔ [14]

وَفِي السُّنَنِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَبَلَّغَهُ إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهُ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ. ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَمُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الْأُمُورِ وَلُزُومُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ؛ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ

(أحمد 13350 ، ابن ماجة 3056 ، صححه الالباني عن زيد بن ثابت)

سنن کی کتابوں میں عبد اللہ بن مسعود نیز زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت آتی ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو شاداب کرے جو ہم سے کوئی بات سنے پھر اسے ان لوگوں تک پہنچادے جنہوں نے وہ نہیں سنی؛ کیونکہ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو ایک سمجھ کی بات کو اس شخص تک پہنچادیتے ہیں جو سمجھ میں ان سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو سمجھ کی بات محفوظ تو رکھتے ہیں مگر خود سمجھ میں گہرے نہیں ہوتے۔ تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کا پابند مسلمان دل کا پانی نہیں ہوتا: عمل کو خالص اللہ کے لیے کرنا۔ اولیاء الامور کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی؛ کیونکہ مسلمانوں کا دعویٰ (یا دعاء) ان کی پشت سے محیط ہے"۔ [15]

---

14 جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے واضح ہے، یہ حدیث جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کے بعد والی حدیث جو عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، دونوں ایک ہی مضمون پر ہیں۔ دونوں حدیثوں میں جو تین بنیادی احکام بیان ہوئے، یہ دراصل "اعتصام" کے تین پہلو ہیں: ایک: معبود سے چمٹ کر رہنا، جو کہ توحید ہے۔ دوسرا: اُس کی "کتاب" (آئین) سے چمٹ کر رہنا۔ تیسرا: اس "معبود" اور اس "آئین" پر قائم "اجتماعیت" (الجماعۃ) سے چمٹ کر رہنا جس کی اظہر (بیّن ترین) صورت "الجماعۃ" کی قیادت سے منسلک رہنا ہے۔ "جماعت" اور "اعتصام" کے حوالے سے یہ مبحث ایک مستقل تعلیق میں مزید کھولا گیا ہے (دیکھئے تعلیق: **"الجماعۃ"**: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً)

15 فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ "کیونکہ مسلمانوں کا دعویٰ (یا دعاء) ان کی پشت سے محیط ہے"۔ اس کا ایک مطلب حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم کا حوالہ دے کر بیان کیا، جو یوں ہے:

مسلم علاقوں میں سے کسی علاقے میں جہاں مسلمانوں کا امام (حاکم) پایا جاتا ہو، اگر امام فوت ہو جائے یعنی اب وہ امام کے بغیر ہیں، تو اگر وہاں کے لوگ اتفاقِ رائے اور باہمی رضامندی

حدیث میں لفظ "یغِلُّ" آیا ہے۔ جو دل کے خائن ہونے یا کینہ اور کدورت رکھنے کا معنیٰ دیتا ہے۔ مراد یہ کہ جو آدمی ان تین امور کا پابند ہے اس کا دل اس خیانت اور کینہ پروری کا محل نہیں رہتا۔ غور کریں تو یہ تین چیزیں جو اِس حدیث میں آئیں عین وہی ہیں جو اس سے اوپر کی حدیث میں مذکور ہوئیں[16] اور جس میں آتا ہے کہ یہ تین چیزیں اللہ کو مسلمانوں کے لیے خاص طور پر پسند ہیں۔ یعنی: اللہ کی عبادت کرو اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کیے بغیر، سب مل کر اس کی رسی سے چمٹ جاؤ اور تفرقہ نہ کرو، اور

سے اپنے لیے کوئی امام مقرر کرلیں... تو اردگرد کی آبادیوں کے سب مسلمان جہاں جہاں ہوں ان پر اس امام کی اطاعت میں آنا واجب ہوگا بشرطیکہ وہ علانیہ فسق یا فساد کی شہرت نہ رکھتا ہو۔ یہ ہے مسلمانوں کا دعویٰ تمام مسلمانوں کو پشت سے محیط ہونا؛ کسی کے لیے اس سے پیچھے رہنا جائز نہ ہوگا، اس لیے کہ دو امام ہوجانے کی صورت میں مسلمانوں کا بول بالا نہ رہے گا بلکہ یہ ان میں باہمی اختلاف اور فساد کا موجب ہوگا۔ (التمہید شرح موطا: 21: 277)

اس کا ایک دوسرا مطلب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

یعنی مسلمانوں کی دعاء ان سب کو محیط ہوجاتی ہے اور شیطان سے اور گمراہی کے راستے پر پڑنے سے انکی حفاظت کرتی ہے۔ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے قدم باہر کرے گا وہ مسلمانوں کی برکت اور مسلمانوں کی دعاء کی برکت نہ پائے گا کیونکہ وہ اس دائرے سے باہر ہوگیا جس کو مسلمانوں کی دعائیں محیط ہوتی ہیں۔ (المرقاۃ شرح مشکاۃ: 1: 307)

16 پہلی حدیث میں آیا: اَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا۔ عین یہ چیز دوسری حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ آگئی: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلهِ۔ پہلی حدیث میں تیسرے نمبر پر جو بات آئی: وَأَنْ تناصحوا مَنْ وَلَّاهُ اللهُ أَمْرَكُمْ وہ بات دوسری حدیث میں من وعن ان الفاظ کے ساتھ آگئی: وَمُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الْأُمُورِ۔ پہلی حدیث میں جو بات ان الفاظ میں آئی: وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وہ بات دوسری حدیث میں عین ان الفاظ کے ساتھ آگئی: وَلُزُومُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ۔ اب لامحالہ کسی امتی سے نہیں بلکہ خود نبی ﷺ سے ہی یہ ثابت ہوگیا کہ "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً" کی تفسیر "لُزُومُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ" ہے نہ کہ 'اپنے اپنے طور پر قرآن مجید سے تعلق قائم کرنا' (جس پر آلِ وحید الدین خان کا پورا تصورِ دین کھڑا ہے)۔ {اس پر مزید دیکھئے تعلیق 14 میں ہماری گفتگو بابت: دورِ حاضر میں فرد پرست individualist رجحانات کا پھیلنا اور 'اسلامی' ذہن کا اس سے متاثر ہونا۔ نیز ذیلی مبحث 3 کا حاشیہ أ}

مسلمانوں کے اولیاء الامور کا خیر خواہ اور وفادار رہو۔ کیونکہ اگر اللہ کو ہمارے لیے یہ باتیں خاص طور پر پسند ہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ مومن جو کہ ایسی اشیاء کو لازماً پسند کرے گا جو اللہ کو پسند ہوں، ان اشیاء کے معاملہ میں دل کا یاپی ہو یعنی وہ ان فرائض کی بابت بغض اور کدورت رکھے اور دین کے ان خصوصی فرائض سے متنفر ہو۔ مومن کا دل تو لازماً ان باتوں سے محبت کرے گا اور ان پر راضی برضا رہے گا۔

''جماعت'' سے پیوستگی: سمع، اطاعت، حوصلہ، صبر

وَفِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَغَيْرِهِمَا عَنْ عبادة بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ؛ وَعَلَى أُثْرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلَى أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَعَلَى أَنْ نَقُولَ أَوْ نَقُومَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا؛ لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ (صحیح البخاری 7199، صحیح مسلم 1709)

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہوئی، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت لی اس پر کہ: ہم سمع اور اطاعت کریں گے چاہے تنگی ہو یا آسانی، دل مانتا ہو یا نہ مانتا ہو، اور اگرچہ ہمارے ساتھ امتیازی سلوک ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔ اور یہ کہ ہم اصحاب اختیار کے ساتھ اختیار پر نہ الجھیں گے۔ اور یہ کہ ہم حق کہیں گے (یا یوں فرمایا کہ) حق پر پورا اتریں گے چاہے جہاں بھی ہوں، اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہ کریں گے۔

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ؛ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔ (البخاری 7144، مسلم 1839)

صحیحین ہی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان آدمی پر فرض ہے سمع و اطاعت، چاہے کوئی بات اس کی پسند کی ہو یا ناپسند کی، ہاں سوائے جہاں اس کو (امیر کی طرف سے) گناہ پر مبنی حکم دیا جائے۔ پس جب اسے گناہ پر مبنی حکم دیا جائے اس وقت کوئی سمع و اطاعت نہیں۔

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأُثْرَةٍ عَلَيْكَ (مسلم رقم 1836)

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: سمع اور اطاعت کو لازم پکڑو چاہے تنگی ہو چاہے آسانی، چاہے دل مانتا ہو چاہے نہ مانتا ہو، اور اس حال میں بھی جب تم پر کسی کو ترجیح دی جائے۔

اوپر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور اس سے پہلے عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "أثَرَة" کا لفظ آتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اگر امراء تم پر کسی اور کو ناحق ترجیح دیں، یعنی تمہارے ساتھ زیادتی و ناانصافی ہو اور تمہاری حق تلفی ہو تو بھی سمع اور اطاعت کی روش پر ہی قائم رہنا۔[17] جیسا کہ:

فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ أسيد بْنِ حضير رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ خَلَا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا؟ فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ (البخاري 3792، مسلم 1845)

صحیحین میں اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ انصار کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علیحدگی میں ملا اور آپؐ سے عرض کی: جس طرح آپ نے فلاں آدمی کو ذمہ داری دی کیا مجھے بھی کوئی ذمہ داری نہیں دیتے؟ آپؐ نے فرمایا: تم کو میرے بعد ایک ترجیحی سلوک دیکھنے کو ملے گا، پس صبر کیے رہنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ہی آملو۔

اور یہ وہی بات ہے جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئی:

فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَكُونُ بَعْدِي أُثْرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا قَالُوا: يَا رَسُول اللهِ كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذَلِكَ؟ قَالَ؟ تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللهَ الَّذِي لَكُمْ (البخاري 3603، مسلم 1843)

صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میرے بعد امتیازی سلوک ہونے لگے گا اور ایسے امور جن کو تم برا جانو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جو شخص وہ زمانہ پائے اُس کے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم پر جو حق ہو وہ ادا کرتے رہنا اور جو تمہارا حق بنتا ہو وہ اللہ سے مانگنا۔

---

[17] جماعة المسلمين کے مابین داخلی زیادتیاں یقیناً ممکن ہیں۔ نہ گھروں کا معاملہ ظلم زیادتی سے پاک ہوتا ہے، نہ اداروں کا، نہ ملکوں کا۔ تو پھر خلافت ایسی عالمی ایمپائر میں یہ کیسے متصور ہے کہ یہاں کوئی زیادتی اور ناانصافی ممکن نہ ہو؟! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو "اثرۃ" کے تحت بھی بیان فرمایا ہے اور کچھ دوسرے مضامین کے تحت بھی۔ اس پر دیکھئے ہماری تعلیق "داخلی زیادتیوں کے ساتھ معاملہ کیسے"؟

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حجر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيدَ الجعفي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسْأَلُونَنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُونَا حَقَّنَا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ؛ ثُمَّ سَأَلَهُ فَأَعْرَضَ؛ ثُمَّ سَأَلَهُ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَجَذَبَهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ؛ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا؛ فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ (صحیح مسلم رقم 1846)

اور صحیح مسلم میں وائل بن حجر رضی اللہ سے روایت ہے، کہا: ایک بار سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرنے لگے، بولے: اے اللہ کے رسول! اگر ہم پر ایسے امراء مقرر ہو جائیں جو ہم سے تو اپنا حق مانگیں مگر ہمیں ہمارا حق نہ دیں، تو آپ کا کیا حکم ہے؟ تب رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کیا۔ اُس نے پھر پوچھا، آپؐ نے اعراض کیا۔ اُس نے پھر دوسری یا تیسری بار پوچھا، جس پر اشعث بن قیس نے اس کو کھینچا۔ کہا: تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سمع اور اطاعت ہی کرنا؛ کیونکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کے جوابدہ ہوں گے اور تم اپنی ذمہ داریوں کے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے رسول ﷺ نے اولیاء الامور کا فرماں بردار اور وفادار و خیر خواہ رہنے کا جو حکم دیا ہے، وہ مسلمان پر واجب ہے، اگرچہ وہ اسکے ساتھ امتیازی سلوک ہی کیوں نہ کریں۔ اسی طرح اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے اولیاء الامور کی نافرمانی سے جو منع فرمایا ہے، وہ اس پر حرام ہے اگرچہ وہ اس پر مجبور کیوں نہ کیا جائے۔

اولی الامر کی اطاعت نماز روزہ ہی کی طرح واجب ہے

اولی الامر کی یہ جو اطاعت اور وفاداری ہے اور جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے باقاعدہ حکم دے رکھا ہے، یہ انسان پر واجب ہے اگرچہ اولی الامر کے ساتھ آدمی کا کوئی عہد و پیمان نہ بھی ہو اور ان کے مابین کوئی باقاعدہ حلف برداری نہ ہوئی ہو۔ جس طرح اُس پر پنج وقتہ نماز فرض ہے، زکات فرض ہے، روزہ اور خانہ کعبہ کا حج فرض ہے، یا اسی طرح کے دیگر امور جن کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دے رکھا ہے۔ چنانچہ آدمی اگر اس پر کوئی عہد یا حلف بھی اٹھالے تو وہ ایک ایسی چیز کی تاکید ہی کو بڑھا دے گا جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے پہلے سے فرض ٹھہرا رکھا ہے یعنی اولی الامر کی اطاعت اور مناصحت۔ چنانچہ آدمی نے اگر ان امور پر کوئی حلف اٹھایا ہو تو اس کے لیے جائز نہیں رہتا کہ وہ اپنے

حلف کی خلاف ورزی کرے، چاہے اس نے اللہ کے نام پر یہ حلف اٹھایا ہو یا اس حلف کا کوئی اور انداز اختیار کیا ہو جو مسلمانوں کے ہاں معروف ہے۔ غرض اولی الامر کی جو اطاعت اور مناصحت (خیر خواہی اور وفاداری) اللہ نے فرض کر رکھی ہے وہ فرض ہے اگرچہ اس پر کوئی حلف برداری نہ ہوئی ہو؛[18] اور اگر حلف اٹھایا ہو پھر تو اور بھی ضروری ہے۔[19] اسی طرح اولی الامر کی نافرمانی اور خیانت کا مرتکب ہونا جسے اللہ اور رسولؐ نے ممنوع ٹھہرا رکھا ہے وہ حرام ہے اگرچہ ان کے مابین اس پر حلف برداری نہ بھی ہوئی ہو۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے آدمی یہ حلف اٹھائے کہ وہ لازماً پنج وقتہ نماز ادا کرے گا، رمضان کے روزے رکھے گا، یا یہ کہ وہ اپنی ذمہ داریاں نبھائے گا، یا حق بات کی شہادت دے گا، تو یہ بات انسان پر ویسے بھی واجب ہے اگرچہ اس نے یہ حلف نہ اٹھایا ہو؛ ہاں اگر حلف اٹھایا پھر تو اور بھی ضروری ہے۔ اسی طرح وہ باتیں جن سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے منع فرمایا ہے مانند شرک، جھوٹ، شراب خوری، ظلم، بے حیائی کے کام، اولی الامر کے ساتھ خیانت اور ان کی اس اطاعت سے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے خروج کر لینا وغیرہ... تو یہ اشیاء حرام ہیں، اگرچہ ان سے مجتنب رہنے کا حلف آدمی نے نہ بھی اٹھایا ہو؛ ہاں اگر حلف اٹھایا ہو پھر تو اس کی سنگینی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

نیکی کا حلف بردار اپنے حلف کو توڑنے کا مجاز نہیں

بنابریں، جس شخص نے اللہ اور رسولؐ کے حکم کردہ کسی نیک کام کا حلف اٹھایا ہو مانند امراء کی اطاعت و خیر خواہی، نماز، زکاۃ، روزہ یا ادائے امانت وغیرہ: تو کسی مفتی کے لیے جائز

---

[18] دیکھئے تعلیق 18 بہ عنوان: **"ابن تیمیہ کی تقریر... سوشل کونٹریکٹ کا ابطال"**۔

[19] "الجماعۃ" میں حلف برداری کی کیا حیثیت ہے، اسکا بھی تعین ہو گیا۔ راعی اور رعایا کے فرائض خدا کے متعین کردہ ہیں۔ اس لیے انکا انعقاد تو کسی کے حلف اٹھانے سے نہیں ہو گا (دیکھئے ہماری تعلیق بابت "سوشل کونٹریکٹ") لہٰذا راعی یا رعایا کو ان فرائض کا پابند ٹھہرانا بھی اسکے حلف اٹھانے پر منحصر نہ ہو گا۔ کسی نے حلف اٹھایا تب نہیں اٹھایا تب، اتفاق کیا تب نہیں اتفاق کیا تب، سماجی زندگی میں ان واجبات شرعیہ کا اُسکو پابند ہی کیا جائے گا۔ ہاں حلف اٹھانے سے ان فرائض کی تاکیدی حیثیت ضرور بڑھ جائے گی۔

نہیں ہے کہ وہ اس کو اپنے حلف کی خلاف ورزی کر لینے اور اپنی قسم توڑ لینے کا فتویٰ دے۔[20] نہ خود اس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے لیے فتویٰ لیتا پھرے۔ ایسے شخص کو جو آدمی فتویٰ دے کہ وہ اپنے حلف کی خلاف ورزی کر لے یا اپنی قسم توڑ لے، وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والا اور دین اسلام کے بر خلاف فتویٰ دینے والا ہے۔ حق یہ ہے کہ ایسا مفتی اگر ایک عام آدمی کو جس نے تجارت کے کسی سودے یا نکاح یا اجارہ یا کسی بھی عقدنامے کے اندر باقاعدہ کوئی حلف اٹھایا ہے، جبکہ وہ عقدنامہ ایسا ہے کہ اگر وہ اس پر حلف نہ بھی اٹھاتا تو بھی اس کا پابند ہی ہوتا تاہم جب حلف اٹھالیا تو وہ اس کا اور بھی پابند ہوا، یہ فتویٰ دے کہ وہ اپنے حلف کی خلاف ورزی کر لے اور اپنی قسم کی پروا نہ کرے: تو وہ مفتی اللہ پر جھوٹ باندھنے والا اور دین اسلام کے بر خلاف فتویٰ دینے والا ہو گا۔ تو پھر کیا خیال ہے اگر وہ مفتی اولیاء الامور ہی کے ساتھ مسلمان کے عہد و پیمان کے متعلق ایسا فتویٰ دے؟! حالانکہ یہ سب سے بڑا عقدنامہ ہے جس کا پابند رہنے کا حکم اللہ رب العزت نے دیا ہے۔

ناحق مجبور کرکے اٹھوایا جانے والا حلف دین میں معتبر نہیں

اسی طرح جمہور علماء کا قول ہے کہ: ایک شخص سے حالتِ اکراہ (حالتِ مجبوری) میں اٹھوائی گئی قسم منعقد نہیں ہوتی، چاہے وہ اللہ کی قسم ہو یا نذر ہو یا طلاق یا عتاق (غلام کو آزاد کرنا)۔ یہ مذہب ہے امام مالک، شافعی اور احمد کا۔ تاہم ولی الامر اگر رعایا کو اپنی

---

[20] یہ دور ماضی کے اُن مفتیان کا ذکر ہے جو اطاعت امیر کو اُس کی دستوری حیثیت میں لینے کی بجائے اس طرح لیتے گویا یہ آدمی کے اختیار کی چیز ہے۔ عموماً یہ ہوتا کہ ایک حاکم کے لیے لوگوں سے عہد و پیمان اور حلف لیے جاتے۔ پھر جب اُس سے وفادار رہنے کے معاملہ میں آدمی کا ارادہ بدلتا تو مفتی حضرات اس مسئلہ کو حلف (قسم) توڑنے کے باب سے ہی زیر بحث لاتے۔ ظاہر ہے اس مسئلہ کو اگر حلف کے باب میں ہی دیکھیں گے پھر تو صرف قسم توڑنے کا کفارہ ہے، وہ ادا کرو اور اپنے حلف سے سبکدوش ہو جاؤ اور اس کے بعد کسی دوسرے سے عہد و پیمان باندھنے چل پڑو؛ نہ کوئی گناہ اور نہ شریعت کی پامالی! اس پر ابن تیمیہؒ متنبہ کرتے ہیں کہ یہ وہ بات نہیں جس میں آدمی صرف حلف اٹھا لینے سے ہی ایک بات کا پابند ہوتا ہے؛ امیر کی اطاعت تو اس پر خدا کی اپنی عائد کردہ تھی اور حلف کے بغیر بھی فرض تھی؛ اس کو وہ قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرکے کیسے ساقط کرلے گا؟ لہٰذا یہ وفاداری کسی صورت تبدیل ہوتی ہی نہیں۔

اطاعت اور وفاداری کے لیے وہاں پر مجبور کرے جہاں ان پر اس کی اطاعت و وفاداری واجب ہے، اور اس پر ان سے حلف لے: وہاں کسی مفتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ رعایا کو اجازت دے کہ وہ اس چیز کو ترک کر لیں جس کا اللہ اور رسولؐ کی طرف ان کو حکم ہے۔[21] کوئی مفتی اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ لوگوں کو اس معاملہ میں اپنی قسمیں توڑ ڈالنے کی چھوٹ دے۔ کیونکہ جو چیز قسم اٹھائے بغیر بھی شریعت میں واجب ہی تھی، قسم سے وہ مزید تقویت پائے گی نہ کہ اپنی اصل حیثیت سے بھی نیچے چلی جائے گی، اگرچہ یہ فرض کیوں نہ کر لیا جائے کہ آدمی اُس چیز پہ (جس کا وہ ویسے ہی ازروئے شریعت پابند تھا) قسم اٹھانے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

ہاں جو شخص یہ کہنا چاہے کہ بعض قسموں میں مطلق پابندی لازم آتی ہے، تاکہ حکمرانوں کے بعض مواقع پر حلف اٹھوانے کی مطلق گنجائش نکل آئے تو اسے کہا جائے گا کہ خود تمہارا موقف مجبوری کی قسم کے متعلق اس کے برخلاف ہے اور تمہارے اپنے قول کی رو سے مجبوری کی قسم واقع نہیں ہوتی اگرچہ وہ قسم حکمران نے کیوں نہ اٹھوائی ہو۔[22] اسی طرح بہت سے حیلوں میں تم جو راستہ اختیار کرتے ہو وہ اس (حکمران کے مجبور کرنے پر اٹھوائے جانے والے حلف کو ہر حال میں لازم ٹھہرانے) کے خلاف جاتا ہے، علاوہ اس کے جو اس میں اللہ اور رسول اور اولیاء الامور کی نافرمانی لازم آتی ہے۔

---

[21] اس سے پہلے ہم کہہ چکے، ہر ریاست ایک طرح کا جبر ہوتی ہے اور چونکہ انسان کا انسان پر جبر روا نہیں اس لیے "ریاست" کو شرع خداوندی کی سند درکار ہوتی ہے۔ ہاں شریعت کی یہ حیثیت ضرور ہے کہ جبر کو جہاں یہ جائز کرے وہاں لوگوں کو مجبور اور پابند کر دیا جائے۔ (دیکھئے ذیلی مبحث 3)۔ ابن تیمیہؒ کے کلام میں یہاں اس جبر جائز کا ذکر ہے۔ اس سے اگلے پیراگراف میں جبر ناجائز کا ذکر ہو گا۔

[22] یہ جبر ناجائز ہے: امراء اپنے لیے وفاداری کا عہد لیتے وقت لوگوں پر ایسی ایسی قسمیں ڈالتے کہ وہ اُن کے 'قابو' میں رہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر میں اپنی وفاداری بدلوں تو میری بیوی کو طلاق، یا میرے غلام آزاد، یا میری جائیداد فلاں کی ملکیت وغیرہ۔ ظاہر ہے اگر وہ آزادنہ یہ قسم اٹھائیں تو حقیقتاً اُس حکمران کا وفادار نہ رہنے کی صورت میں وہ طلاق، یا غلام آزاد یا جائیداد کی نقل ملکیت واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر کسی نے مجبور کر کے ان سے یہ کہلوایا تو یہ ناجائز ہے بلکہ جمہور کے نزدیک ایسا حلف سرے سے منعقد نہ ہو گا۔

جہاں تک اہل علم و دین اور اہل فضل کا تعلق ہے تو وہ کسی کو چھوٹ نہیں دیتے کہ وہ اولی الامر کی نافرمانی کر کے خدا کے ایک ممنوعہ کام کا ارتکاب کرے۔ یہ (اہل علم وفضل) امراء کے ساتھ خیانت کرنے یا ان کے خلاف خروج کر لینے کی کسی بھی طرح اجازت نہیں دیتے؛ اور یہ بات اہل سنت کے ہاں قدیم سے لے کر آج تک ایک روایت اور دستور کی صورت میں معروف چلی آتی ہے۔

بیعتِ شرعی کو توڑنے کی سنگینی... خونِ مسلم کی حرمت

صحیح حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اسْتِهِ بِقَدْرِ غَدْرِهِ۔ (صحیح مسلم رقم 1738)

قیامت کے روز ہر غدر کرنے والے کی دبر کے پاس ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔

پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: سب سے بڑا غدر تو وہ ہے جو امام المسلمین کے ساتھ کیا جائے۔ یہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس وقت بیان کی جب اہل مدینہ کے کچھ لوگ اپنے ولی الامر کی اطاعت سے خروج کرنے لگے تھے اور اس کی بیعت توڑنے جا رہے تھے۔

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مُطِيعٍ حِينَ كَانَ مِنْ أَمْرِ الْحَرَّةِ مَا كَانَ؛ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ؛ فَقَالَ: اطْرَحُوا لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ وِسَادَةً. فَقَالَ: إِنِّي لَمْ آتِكَ لِأَجْلِسَ أَتَيْتُكَ لِأُحَدِّثَكَ حَدِيثًا؛ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ خَلَعَ يَدًا لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ؛ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔ (رقم 1851)

صحیح مسلم نافعؒ سے روایت ہے، کہا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عبداللہ بن مطیع کے ہاں تشریف لائے جس وقت حرہ کا واقعہ ہونے جا رہا تھا، یزید بن معاویہ کے دور میں۔ تب عبداللہ بن مطیع بولا: ابو عبدالرحمن (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے لیے تکیہ پیش کرو۔ تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے یہاں بیٹھنے نہیں آیا، میں تو تمہیں ایک حدیث سنانے آیا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (اطاعت اور وفاداری سے) اپنا ہاتھ کھینچا وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ پیش کرنے کو کوئی حجت نہ رکھے گا۔ اور جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ اس کی گردن میں کوئی بیعت نہ ہوئی، وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ النَّاسِ يَخْرُجُ مِنْ السُّلْطَانِ شِبْرًا فَمَاتَ عَلَيْهِ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً (البخاري 7053، مسلم 1854)

صحیحین میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس نے اپنے امیر سے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو معیوب جانتا ہے تو اسے چاہئے کہ صبر کرے۔ کیونکہ جو شخص سلطنت (اسلامی) سے ایک بالشت بھی نکلتا ہے پھر اسی حالت میں مر جاتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ خَرَجَ مِنْ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ؛ فَمَاتَ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً؛ وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ؛ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ، أَوْ يَدْعُو إلَى عَصَبِيَّةٍ؛ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ (مسلم رقم 1848)

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اطاعت سے نکلا اور جماعت سے مفارقت کر گیا اور اسی حالت میں مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جس شخص نے اندھے پرچم[23] تلے لڑائی کی، یوں کہ وہ کسی عصبیت[24] کے لیے جوش میں آتا ہے، یا عصبیت کی دعوت دیتا ہے، یا عصبیت کی نصرت کرتا ہے، اور اس میں وہ مارا جاتا ہے تو وہ جاہلیت کی موت مارا جاتا ہے۔

---

[23] حدیث میں مذکورہ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ کی شرح میں ملا علی قاریؒ دو قول نقل کرتے ہیں: (مرقاۃ رقم 3669)

نوویؒ: {مَعْنَاهُ: يُقَاتِلُ بِغَيْرِ بَصِيرَةٍ وَعِلْمٍ تَعَصُّبًا كَقِتَالِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا يَعْرِفُ الْمُحِقَّ مِنَ الْمُبْطِلِ، وَإِنَّمَا يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ لَا لِنُصْرَةِ الدِّينِ، وَالْعَصَبِيَّةُ إِعَانَةُ قَوْمِهِ عَلَى الظُّلْمِ "اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی قتال کرے جو کسی بصیرت اور علم کی بنیاد پر نہ ہو، محض عصبیت کی خاطر لڑے جس طرح کہ جاہلیت کا قتال ہوتا ہے۔ نہ وہ جانتا ہے کہ اس قتال میں کون حق پر ہے کون باطل پر بلکہ محض عصبیت کی خاطر جوش میں آتا ہے نہ کہ دین کی نصرت کی خاطر۔ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دے}

طیبیؒ: {كِنَايَةٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مُجْتَمِعِينَ عَلَى أَمْرٍ مَجْهُولٍ لَا يُعْرَفُ أَنَّهُ حَقٌّ أَوْ بَاطِلٌ فَيَدْعُونَ النَّاسَ إِلَيْهِ وَيُقَاتِلُونَ لَهُ "یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ کوئی اکٹھ کسی مجہول امر پر اکٹھا ہو جائے جس کے بارے میں نہیں معلوم یہ حق ہے یا باطل، مگر وہ لوگوں کو اس کی دعوت دیتا پھرے اور اس کی خاطر آمادۂ قتال ہو"}۔

[24] رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ سے متصل البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصبیت کا ذکر کیا۔ چنانچہ پرچم کے "اندھاپن" کی ایک صورت یہ ہوئی کہ آدمی بغیر یہ دیکھے کہ کون زیادتی کر رہا ہے اور کون انصاف پر ہے، بس اپنی

وَفِي لَفْظٍ: لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مِنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدِهَا؛ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ۔ (صحیح مسلم، رقم 1848)

جبکہ حدیث کے ایک اور الفاظ یہ ہیں: وہ شخص میری امت سے نہیں ہے جو میری امت کے خلاف خروج کرے اور اس کے نیک بد ہر کسی کو موت کے گھاٹ اتارتا پھرے، نہ مومن کو چھوڑنے کا روادار ہو اور نہ معاہد کے عہد کو پورا کرتا ہو۔ نہ وہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں۔

یہاں (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں):

1. پہلا شخص وہ ہوا جو والی کی اطاعت سے نکلتا ہے اور جماعت سے مفارقت اختیار کرلیتا ہے۔
2. دوسرا، وہ شخص جو عصبیت یا اقتدار کی خاطر لڑتا ہے، نہ کہ اللہ کے راستے میں، جیسا کہ اہل الاھواء لڑتے ہیں، مثلاً قیسی قبائل اور یمنی قبائل کی جنگ۔
3. تیسرا، وہ شخص جو رہزنی کرتا ہے؛ کیا مسلم کیا ذمی، ہر کسی کو مارتا اور اس کا مال قبض کرتا پھرتا ہے، یا جس طرح حروریہ (خوارج) ایسے باغی، جن سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال فرمایا تھا، اور جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ وَقِرَاءَتَهُ مَعَ قِرَاءَتِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ

قوم اور برادری کا ساتھ دے اور پیمانۂ حق اس کی نگاہ سے اوجھل ہی ہو جائے جبکہ اسلام لوگوں کی زندگی کو حق اور عدل پر قائم کرنے آیا ہے؛ جس سے نکلنا جاہلیت ہے۔ "عصبیت" کی تعریف اوپر نوویؒ کے بیان میں گزر چکی (نیز دیکھئے تعلیق 12 حاشیہ ز: "عصبیت" کی تعریف از روئے حدیث)۔ ملا علی قاریؒ اِسی حدیث کی شرح میں قتالِ عصبیت پر امام طیبیؒ کا یہ قول لے کر آتے ہیں:

وَأَنَّ مَنْ قَاتَلَ تَعَصُّبًا لَا لِإِظْهَارِ دِينٍ وَلَا لِإِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللَّهِ وَإِنْ كَانَ الْمَغْضُوبُ لَهُ مُحِقًّا كَانَ عَلَى الْبَاطِلِ

"اور یہ کہ جس نے عصبیت کے لیے لڑائی کی نہ کہ اظہارِ دین یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے، تو اگرچہ اس کا وہ گروہ جس کے لیے وہ حمیت میں آیا ہے حق پر ہو، وہ شخص باطل پر ہی ہوگا۔

عصبیت کیلئے حمیت اور خونریزی پر اتر آنا جاہلیت ہے اور "جماعۃ المسلمین" کو پارہ پارہ کر دینے والی چیز۔ دو مسلم قبیلوں، برادریوں، صوبوں، ملکوں یا نسلوں کی جنگ میں حق اور ناحق کی تفریق ختم اور خالصتاً اسلام کے مفاد کو نظر انداز کرتے ہوئے محض 'اپنوں' کا ساتھ دینا اسلام سے کوراپن ہے۔

الرَّمِيَّةِ أَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ؛ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا عِنْدَ اللهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[25]

"تم میں سے ایک آدمی اُن (خوارج) کی نماز کے آگے، اپنے روزوں کو اُن کے روزوں کے آگے، اور اپنے قرآن پڑھنے کو اُن کے قرآن پڑھنے کے آگے کمتر جانے گا۔ وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلقوں سے آگے نہ جاتا ہو گا۔ وہ اسلام سے یوں نکلے ہوں گے جیسے تیر اپنے شکار کو مار کر نکل جاتا ہے۔ جہاں تمہارا ان کا سامنا ہو ان کو مارو؛ کیونکہ ان کو قتل کرنے والے کے لیے روز قیامت اللہ کے ہاں خاص اجر ہے"۔

نبی ﷺ نے ولی الامر کی اطاعت میں رہنے کا حکم دیا ہے اگرچہ حبشی غلام کیوں نہ ہو، جیسا کہ صحیح مسلم میں نبی ﷺ کا حکم ہے:

اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ۔

سمع و اطاعت پر کاربند رہو اگرچہ ایک حبشی غلام جس کا سر منقے جیسا ہو تم پر والی مقرر کیا گیا ہو۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَلَوْ كَانَ حَبَشِيًّا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: میرے پیارے ﷺ نے مجھے تلقین فرمائی تھی کہ:

"سمع واطاعت کا پابند رہنا، اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہو جس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں"

وَعَنْ الْبُخَارِيِّ: وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ۔

بخاری کی روایت میں: "اگرچہ ایسے حبشی (کی اطاعت کرنی پڑے) جس کا سر منقے جیسا ہو"

بہترین ائمہ اور بدترین ائمہ؟ انکی نافرمانی کب ہوسکتی ہے؟

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقُولُ: وَلَوْ اسْتُعْمِلَ عَبْدًا يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا۔[26]

---

[25] امام ابن تیمیہؒ نے متعدد روایات کو شاید یکجا بیان کردیا ہے۔ الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ یہ حدیث یہاں سے مل سکتی ہے: (بخاری رقم 6163، 3611، مسلم 1064، 1066، ابوداود 4767)

[26] یہ ہے "يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ" کی آئینی حیثیت۔ سمع و اطاعت۔ اسلام میں "جواز" legitimacy کا سرچشمہ اصل یہ ہے، یعنی اگر "يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ" ہے تو **والی کی اطاعت سردست فرض ہے**۔ وہ کس طرح اقتدار میں آیا، ثانوی بات ہے جس کی شریعت میں **اپنی جگہ تفصیل ضرور ہے**

صحیح مسلم میں ام الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں یہ فرماتے ہوئے سنا: "اگرچہ تم پر ایک غلام کو والی کیوں نہ بنایا گیا ہو جو تم کو کتاب اللہ کے مطابق چلائے، تو سمع واطاعت ہی کرو۔

وَفِي رِوَايَةٍ: عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعٌ۔

ایک روایت میں الفاظ ہیں: نکٹا حبشی غلام کیوں نہ ہو

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ عِنْدَ ذَلِكَ؟ قَالَ: لَا؛ مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ۔ لَا؛ مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ۔ أَلَا مَنْ وُلِّيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَآهُ يَأْتِي شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِي مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ۔ (رقم 1855)

صحیح مسلم میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے بہترین ائمہ (والی) وہ ہوں گے جو تمہیں محبوب ہوں اور وہ تم ان کو محبوب

(اور خاص حدود اور قیود کے تحت امت کے علماء، اصحاب رائے اور قضاۃ وغیرہ اُس والی کو ہٹا بھی سکتے ہیں، یا امت کو اس معاملہ میں کوئی ہدایات بھی جاری کر کے دے سکتے ہیں) مگر وہ ہے ایک ثانوی مسئلہ بہ مقابلہ "يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ"۔ کیونکہ جماعتِ مسلمہ کا اصل دردِ سر ہی یہ ہے یعنی امورِ زندگی کتاب اللہ کی رُو سے چلیں؛ کیونکہ اِس کے بغیر جماعت کی موت ہے اور بطور "آسمانی امت" اس کا امتیاز چلا جاتا ہے۔ اِدھر ہمارے اِس جدید ملغوبے میں legitimacy کا سرچشمہ عوامی ہڑبونگ سے منتخب ہو کر آنا ہے، "يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ" ثانوی مسئلہ ہے (اگر ہے!)۔ 'جائز حکومت' اور 'ناجائز حکومت' کا تمام تر تعلق اس کے 'منتخب' یا 'غیر منتخب' ہونے سے ہے نہ کہ اس بات سے کہ کتاب اللہ کی جانب اُس کا رخ ہے یا اُس کی پشت! یہ وجہ ہے کہ "**غیر منتخب**" ہونے کی صورت میں حکمران کے حقِ حکمرانی کو **کالعدم** ٹھہرانے کی رٹ بآسانی سمجھ آ سکتی ہے لیکن یہ رٹ کہ **کتاب اللہ کو قائم نہ کر رکھنے کے** باعث حکمران معاشرے میں اپنا جوازِ اقتدار legitimacy **کھو چکا** ہے، ایک ہکا بکا ہو کر سنی جانے والی چیز ہے، حتیٰ کہ اچھے اچھے فضلاء کے ہاں بھی! کتاب اللہ کی یہ حیثیت تھوڑی ہے کہ یہ legitimacy ہی کی بنیاد ہو جائے...! عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں!

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی، تمام بولہبی است

ہو، تم ان کے لیے دعا گو رہو اور وہ تمہارے لیے دعا گو رہیں۔ جبکہ تمہارے بدترین ائمہ (والی) وہ ہوں گے جو تمہیں مبغوض ہوں اور تم ان کو مبغوض ہو، تم ان پر لعنتیں کرو اور وہ تم پر لعنتیں کریں"۔ ہم نے عرض کی: اگر ایسا وقت آجائے تو کیا ہم تلوار کے ساتھ ان کے مقابلے پر نہ آجائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، تاوقتیکہ وہ تم میں نماز قائم کیے رکھیں تب تک نہیں۔ نہیں، تاوقتیکہ وہ تم میں نماز قائم کیے رہیں تب تک نہیں۔ [27] خبردار! تم میں سے جس پر کوئی ایسا والی مقرر ہو اور وہ دیکھے کہ والی خدا کی نافرمانی کا کوئی کام کرتا ہے تو اُسے چاہئے کہ والی کے اُس کام کو جو خدا کی نافرمانی ہے ناپسند ہی جانتا رہے، مگر (اس کی) اطاعت سے ہرگز ہرگز ہاتھ نہ کھینچے"۔

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ. الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا۔ [28] (رقم 1827)

صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں جا کر، رحمٰن کے داہنے ہاتھ، نور کے منبروں

---

27 یعنی آپ ﷺ نے دوبارہ یہ بات فرمائی۔ اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ الطِّيبِيُّ: فِيهِ إِشْعَارٌ بِتَعْظِيمِ أَمْرِ الصَّلَاةِ وَأَنَّ تَرْكَهَا مُوجِبٌ لِنَزْعِ الْيَدِ عَنِ الطَّاعَةِ كَالْكُفْرِ عَلَى مَا سَبَقَ فِي حَدِيثِ عُبَادَةَ: إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا. (مرقاۃ: شرح حدیث 3670)

"طیبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ نماز (قائم کروانے) کا مسئلہ کس قدر عظیم الشان ہے یہاں تک کہ اس کا ترک ہونا (رعایا کے) اطاعت سے ہاتھ کھینچ لینے کا موجب ہو جاتا ہے، بعینہ جیسے کفر، جس کا ذکر عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزرا کہ "(تم ان سے نہ الجھو) الا یہ کہ کھلا کفر ہی دیکھ لو"

یہ ہے اولی الامر کے ہاتھوں معاشرے میں "نماز قائم" ہونے کی اہمیت۔ سورۃ الحج (آیت 41) میں اہل ایمان کا ایک وصف بیان کیا گیا کہ اگر ان کو زمین میں طاقت ملے تو وہ چار کام انجام دیں، ان میں سب سے پہلی چیز نماز قائم کروانا ہی ہے۔ درحقیقت یہ کوئی چھوٹی بات نہیں کہ **حاکم پوری قوم کو نماز کا پابند رکھے ہوئے ہو۔** کسی معاشرے کو بطورِ معاشرہ "نماز" کی سطح پر لے آیا جائے تو وہاں "نیکی" کی فصل خود بخود اتنی وافر ہوتی ہے کہ امت کے کسی بھی صالح پراجیکٹ کو بند ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

28 پیچھے رعایا کے فرائض بحق جماعت کا ذکر ہوا۔ یہاں سے اولی الامر کیلئے تنبیہات شروع ہوتی ہیں۔

پر نشست کریں گے، جبکہ رحمٰن کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں کے اندر اور اپنے گھر والوں کے معاملے میں نیز جس جس چیز میں ان کا اختیار ہے، انصاف کرتے ہیں۔

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ۔ (رقم 1828)

صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ انہوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے: اے اللہ! جس شخص نے میری امت کے کسی معاملے میں عہدہ دار بن کر ان پر سختی کی تو اُس پر سختی کر۔ اور جس شخص نے میری امت کے کسی معاملہ میں عہدہ دار بن کر ان پر نرمی کی تو اس پر نرمی فرما۔

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ عَادَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ: إِنِّي مُحَدِّثُك حَدِيثًا سَمِعْته مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي سَمِعْت رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔ (البخاری 7150، مسلم 1829)

صحیحین میں حسن بصریؒ سے روایت ہے، کہا: عبد اللہ بن زیاد صحابی رسولؐ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بیماریِ مرگ میں ان کی عیادت کرنے گیا تو حضرت معقل نے زیاد سے کہا: میں تمہیں ایک حدیث سنانے لگا ہوں جسے میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس شخص کو اللہ کسی رعایا کا راعی بنائے اور وہ مرے اس حال میں کہ اپنی رعایا کا حق ادا کرنے میں خائن تھا، اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمْ الْجَنَّةَ۔ (رقم 1829)

مسلم کی ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: جو بھی امیر مسلمانوں کے کسی معاملہ کا عہدہ دار بنے اور وہ ان کے لیے اپنی پوری توانائی صرف نہ کر دے اور ان کی خیر خواہی میں پورا زور نہ لگا دے، تو ایسا امیر ان کے ساتھ جنت میں داخل ہونے والا نہیں۔

اطاعت صرف معروف میں[29]

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُ. وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِه۔ (البخاري 893، مسلم 1829)

صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبر دار! تم میں سے ہر کوئی راعی ہے اور ہر کوئی اپنی رعیت کی بابت جوابدہ ہے۔ آدمی اپنے اہل خانہ پر راعی ہے اور ان کی بابت جوابدہ ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی راعی ہے اور اس کی بابت جوابدہ ہے۔ غلام اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اور اس کی بابت جوابدہ۔ خبر دار! تم میں سے ہر کوئی راعی ہے اور اپنی رعیت کی بابت جوابدہ''۔

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا؛ فَأَوْقَدَ نَارًا فَقَالَ: اُدْخُلُوهَا. فَأَرَادَ النَّاسُ أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالَ الْآخَرُونَ. إِنَّا فَرَرْنَا مِنْهَا فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلَّذِينَ أَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا: لَوْ دَخَلْتُمُوهَا لَمْ تَزَالُوا فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَالَ لِلْآخَرِينَ قَوْلًا حَسَنًا؛ وَقَالَ: لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ؛ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔ (البخاري 7557، مسلم 1840)

صحیحین میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر ایک امیر مقرر کیا؛ تب اُس نے آگ کا الاؤ جلایا اور ان کو حکم دیا کہ اس آگ میں کود جائیں۔ کچھ لوگوں نے ارادہ کر بھی لیا کہ کود جائیں۔ کچھ دوسرے لوگ بولے: آگ سے ہی تو ہم بھاگے ہیں۔ تب انہوں نے (واپس آکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے آگ میں کود جانے کا ارادہ کیا تھا فرمایا: اگر وہ اس میں کود جاتے تو قیامت تک اسی میں رہتے۔ دوسرے فریق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاباش دی، اور فرمایا: ''اللہ کی نافرمانی میں (امیر کی) کوئی فرماں برداری (جائز) نہیں۔ اطاعت صرف معروف کے اندر اندر۔

باقی فصول آئندہ (ان شاء اللہ)۔ حالیہ شمارہ میں اِسی فصل کے موضوعات کو ''تعلیقات'' کی صورت میں مزید کھولا گیا ہے۔

---

29 یہاں پھر اسی حقیقت کا بیان ہے کہ مسلم معاشرہ ایک واضح آئین کی پابند انسانی جماعت ہے۔ نہ جماعت اپنی حد سے تجاوز کرے گی اور نہ فرد اپنی حد سے؛ جبکہ یہ حدود خدائے حکیم و علیم کی مقرر کردہ ہیں۔ راعی اور رعایا دونوں ایک دوسرے کے معاملہ میں اُس کی شرع کے پابند اور اُس کو جوابدہ ہیں۔